محمد اسحاق بھٹی

آٹھویں صدی ہجری کے ایک مشہور ہندی فقیہ

قاضی مغیث الدین بیانوی

سلطان علاؤالدین خلجی کے عہد کے متعدد علمائے عظام کے نام تذکروں میں مذکور ہیں، جن میں قاضی مغیث الدین بیانوی کا نام بہت معروف ہے۔ یہ بیانہ کے رہنے والے تھے علم و عمل کے اعتبار سے ان کو اس دور میں منتہائے نظر سمجھا جاتا تھا۔ کبار فقہائے حنفیہ میں سے تھے، حق گو، صداقت شعار، زیور صالحیت سے آراستہ اور پاک باز شخص تھے۔ علاؤالدین خلجی کے نزدیک تین علمائے کرام کو بڑی قدر و منزلت حاصل تھی۔ وہ تھے قاضی مغیث الدین، مولانا ظہیر لنگ اور مولانا شید کہرامی۔ یہ حضرات بادشاہ کے اس درجہ قریب تھے کہ عموماً شاہی دستر خوان پر بھی موجود رہتے۔ بالخصوص قاضی مغیث الدین تو نہ صرف دربار شاہی سے قریبی تعلق رکھتے تھے۔ بلکہ خلوت و علیحدگی میں بھی بادشاہ کے ساتھ ہوتے تھے۔ "در مجلس خلوت نشستے"[۱]

ایک روز علاؤالدین خلجی نے خاص طور سے ان کو بلایا اور کہا میں آج آپ سے دینی نوعیت کے چند ضروری مسائل پوچھنا چاہتا ہوں۔ مجھے ان کا صحیح صحیح جواب دیجیے۔ قاضی مغیث نے عرض کیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ سلطان نے پوچھا۔ یہ خیال آپ کے دل میں کیوں پیدا ہوا۔؟ کہا۔ اس لیے کہ آپ مجھ سے دینی مسائل دریافت کریں گے، میں جواب میں حق بات کہوں گا، جو آپ کی خفگی اور ناراضی کا باعث ہوگی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ مجھے قتل کرادیں گے۔

جواب میں سلطان علاءالدین خلجی نے کہا۔

---

[۱] تاریخ فیروز شاہی از قاضی ضیاء الدین برنی۔ صفحہ ۲۸۹

"من نخواہم کشت، ہرچہ از تو پرسم، پیش من راست بگو"۔[1] یعنی میں آپ کو قتل نہیں کروں گا، جو کچھ میں دریافت کروں، اس کا صحیح صحیح جواب دیں۔

اس کے بعد علاء الدین نے قاضی مغیث سے درج ذیل مسائل دریافت کیے۔

۱۔ خراج گزار و خراج دہ را در شرع چگونہ ہندوی راگویند۔؟

۲۔ دزدیے واصابت و رشوت کارکناں و آنانکہ سیاقت قلم می کنند و از جمع می برند حیا ستے در شریعت آمدہ است۔؟

۳۔ ایں ملکے کہ من با چنداں خونابہ دیدن در وقت ملکے از دیوگیر آوردہ ام، آں مال از آں من است ویا از بیت المال مسلمانان۔؟

۴۔ مرا و فرزندان مرا در بیت المال چہ مقدار حق است۔؟

ان سوالات کا ترجمہ یہ ہے۔

۱۔ خراج گزار اور خراج دینے والے کو شرع میں ہندو کیوں کہتے ہیں۔؟

۲۔ کارکنان حکومت کے سرقہ، ناجائز قبضہ، رشوت لینے اور قلم کے ذریعے جمع حساب میں کتر بیونت کرنے والوں کے بارے میں شریعت میں کیا حکم ہے۔؟

۳۔ یہ سارا مال، جو اس قدر خوں ریزی کے بعد میں اپنے زمانۂ امارت میں (تخت سلطنت پر متمکن ہونے سے پہلے، لطور غنیمت) دیوگیر سے لایا ہوں، یہ میری ملکیت ہے یا مسلمانوں کے بیت المال کی۔؟

۴۔ میرا اور میرے اہل و عیال کا بیت المال میں کتنا حصہ بنتا ہے۔؟

یہ سوالات اپنی جگہ نہایت اہم ہیں۔ ذمیوں کے حقوق، ذمی کی تعریف، عمال حکومت کے کس طبقے پر، حدود شرعی کا نفاذ کس صورت میں ہونا چاہیے، مال غنیمت پر سلطان کا حق کس وقت بنتا ہے، سلطان کا مشاہرہ، بیت المال کا انتظام اور اس میں سلطان اور اس کے اہل و عیال کے حقوق کا تناسب اور اس کی مقدار، وہ مسائل ہیں، جو کسی مسلمان حکمران کی زندگی کے نہایت

---

[1] تاریخ فیروز شاہی از قاضی ضیاالدین برنی۔ صفحہ ۲۹۰۔

اہم مسائل قرار پاتے ہیں اور سلطان کا ان کے بارے میں شرعی نقطۂ نگاہ معلوم کرنا، یہ واضح کرتا ہے کہ سلطان کے دل میں اسلام کی محبت کس درجہ راسخ تھی اور وہ کتنا پکا اور صحیح العقیدہ مسلمان تھا اور اپنی مملکت میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے اپنے مقدور کے مطابق کس درجہ کوشاں تھا۔

قاضی مغیث الدین نے ان سوالات کا جو جواب دیا وہ درج ذیل ہے۔

پہلے سوال کا جواب انھوں نے یہ دیا کہ شرعی زبان میں ہندو کو خراج گزار کہا جاتا ہے۔ اگر کوئی محصّل اس سے خراج میں چاندی طلب کرے تو اسے چاہیے کہ انتہائی نرمی اور تواضع کے ساتھ بلا تامل سونا پیش کر دے۔ اگر محصّل اس کے منہ میں تھوکے تو وہ بغیر کراہت اور تنفر کے اپنا منہ کھول دے، تاکہ محصّل اس کے اندر تھوک دے، اور اس کو یہ بھی چاہیے کہ محصل کے سامنے ادب سے پیش آئے۔ اس کے ساتھ انتہائی نرمی کا سلوک کرے اور محصل کے اس کے منہ میں تھوکنے سے مراد یہ ہے کہ ذمی اپنی کامل اطاعت کا ثبوت بہم پہنچائے۔ کیوں کہ دینِ اسلام کا احترام اور دینِ باطل کی تذلیل ضروری ہے۔ حاملانِ دینِ باطل کی ذلت و خواری کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے کہ عَنْ یَدٍ وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ[1] بالخصوص ہندوؤں کو ذلیل رکھنا دینِ اسلام کے لوازم میں سے ہے، اس لیے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] یہ سورہ توبہ کی آیت ۲۹ کے آخری الفاظ ہیں۔ یہ آیت اہلِ کتاب کے بارے میں ہے اور پوری آیت یہ ہے۔ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۔

یعنی اہلِ کتاب میں سے وہ لوگ جو نہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر، اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں، جن کو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حرام ٹھہرایا ہے اور نہ سچے دین (اسلام) کو قبول کرتے ہیں، ان سے یہاں تک لڑو کہ (تمہارے) ماتحت ہو کر اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں۔

ہندوؤں کو قتل کرنے اور ان سے مال غنیمت لینے اور ان کو غلام بنانے کا حکم دیا ہے۔ یا تو وہ اسلام قبول کریں یا پھر ان کو قتل کیا جائے اور غلام بنا لیا جائے اور ان کے مال و دولت پر بطور غنیمت قبضہ کر لیا جائے۔ امام ابو حنیفہؒ جن کے ہم پیرو ہیں، وہ ہندوؤں سے جزیہ قبول کرنے کے حق میں ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے آئمہ مذاہب کے نزدیک، ہندوؤں سے جزیہ قبول کرنا جائز نہیں۔ ان کے نزدیک ہندوؤں کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اما القتل و اما الاسلام یعنی یا تو انھیں قتل کر دیا جائے یا وہ اسلام قبول کر لیں۔

قاضی مغیث الدین کا یہ جواب چونکہ ان کی اجتہادی بصیرت کی کمی، ہندوستان کے مخصوص حالات سے ناواقفیت، احکام فقہ پر پوری گرفت نہ ہونے اور واقعات و حقائق سے عدم اقتنا پر دلالت کرتا ہے، اس لیے یہ سن کر سلطان علاء الدین خلجی ہنس پڑا اور اس نے کہا۔

یہ باتیں جو آپ نے بیان کی ہیں، میں ان کو بالکل نہیں جانتا، لیکن مجھے خوب معلوم ہے کہ وہ مقدم گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں، بہترین لباس پہنتے ہیں، فارسی کمان استعمال کرتے ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ جنگ آزما ہوتے ہیں اور شکار کھیلتے ہیں۔ لیکن جہاں تک مختلف قسم کے ٹیکسوں کی ادائیگی کا تعلق ہے، خراج، جزیہ، کری و چرائی وغیرہ محصولات کا ایک چیتل بھی ادا نہیں کرتے۔ اور اپنا حق خدمت، باشندگان دیہات سے الگ وصول کرتے ہیں۔ وہ اپنی مجلسیں آراستہ کرتے ہیں، شراب پیتے ہیں، اور ان میں سے بعض کے نخوت و غرور اور کبر و رعونت کا تو یہ عالم ہے کہ نہ خود دیوان حکومت میں آتے ہیں اور نہ بلانے پر حاضر ہوتے ہیں۔ وہ محصولات وصول کرنے والوں کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے۔ یہ صورت حال دیکھ کر مجھے سخت غصہ آیا اور میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں دیگر ممالک کو مفتوح کرنے کے ارادے تو رکھتا ہوں اور ان کو اپنے زیر نگیں کر کے، ان میں اپنے قوانین نظم و نسق جاری کرنے کا خواہاں ہوں، لیکن دوسری طرف کیفیت یہ ہے کہ خود میری اپنی، یہ سو کوس کی اقلیم، جو میرے زیر نگیں ہے، اس میں، میری اطاعت گزاری کا حق، جس انداز سے ادا ہونا چاہیے، نہیں ادا ہو رہا ہے، تو اس صورت میں، دوسرے ممالک میں جا کر، میں اپنی اطاعت، وہاں کے باشندوں سے کیونکر کرا سکوں گا۔ چنانچہ میں نے اب ایسے انتظامات کیے ہیں اور اس قسم کے قوانین کی تنفیذ کی ہے اور رعایا کو اس طریق سے اپنا

فرماں بردار بنایا ہے کہ اگر میرا حکم ہو تو سب چوہوں کی طرح بلوں میں گھس جائیں۔ اور اب آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ شریعت کا بھی یہی حکم ہے کہ ہندوؤں کو مکمل طور پر اور پوری طرح فرماں بردار بنایا جائے۔

اس کے بعد علاء الدین نے کہا۔

اے مولانا مغیث! آپ عالم تو ضرور ہیں مگر تجربہ آپ کو بالکل نہیں ہے۔ میں اگرچہ ناخواندہ ہوں، لیکن تجربہ بہت رکھتا ہوں۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ ہندو کبھی بھی مسلمانوں کے مطیع اور فرماں بردار نہیں ہوں گے، جب تک ان کو بے نوا اور بے حیثیت نہ کر دیا جائے، چنانچہ میں نے حکم جاری کر دیا ہے کہ آئندہ رعیت کے پاس زراعت اور دودھ دہی وغیرہ صرف اتنی مقدار میں رہنا چاہیے؛ جو کہ ان کی سال بھر کی ضرورت کے لیے کفالت کر سکے، ان کو ذخیرہ جمع کرنے کا ہرگز موقع نہ دیا جائے۔

سلطان کے دوسرے سوال، یعنی رشوت خوار عمالِ حکومت کی سزاؤں کے متعلق قاضی مغیث الدین نے جواب دیا۔

ملازمینِ حکومت، کارکنانِ سلطنت اور دفاترِ مملکت میں کام کرنے والوں کی رشوت و سرقہ کے بارے میں، کتبِ فقہ اور احکامِ شریع میں کوئی واضح فیصلہ میری نظر سے نہیں گزرا، لیکن اگر وہ عمالِ حکومت، جن کو ناکافی معاوضہ ملتا ہے، بیت المال کے خزانے سے جہاں رعایا کا خراج جمع ہوتا ہے، کوئی چیز چوری کر لیں یا رشوت لیں یا خراج سے وصول ہونے والی رقم میں سے کوئی چیز ادھر ادھر کر لیں تو حکمران (اولوالامر) جس طرح مصلحت دیکھے اور جو مناسب سمجھے ان کو سزا دے سکتا ہے۔ خواہ یہ سزا، جرمانے کی شکل میں ہو، خواہ قید کی صورت میں ہو یا کسی اور انداز میں، لیکن یہ بہر حال صحیح ہے کہ اس چوری کے لیے جو بیت المال کے روپے میں کی گئی ہو، قطع ید کی سزا نہیں دی جا سکتی۔ یہاں یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ رشوت و سرقہ کے سدِ باب کے لیے ملازمین کی تنخواہوں میں مناسب اضافہ ضروری ہے۔

اس پر سلطان نے کہا، میں نے اصحاب الدیوان (دفتری کارکنوں) کو حکم دیا ہے کہ عاملوں، متصرفوں اور دوسرے کارکنوں کی وصول یابی کے حساب میں، کوئی رقم ان کے پاس اگر باقی ہے

تو ایفائے رسالت اور سزا کے ذریعے ان سے یہ رقم وصول کی جائے۔ میری اطلاع یہ ہے کہ ان اقدامات کی وجہ سے چوری، رشوت اور خیانت وغیرہ جرائم میں اب بہت کمی پیدا ہوگئی ہے۔ میں نے اب یہ بھی حکم دیا ہے کہ کارکنوں، عہدہ داروں اور ملازموں کو اتنی تنخواہیں اور مواجب دیے جائیں کہ جس سے وہ باعزت اور باوقار زندگی بسر کرسکیں۔ اگر اس کے باوجود بھی وہ سرکاری مال میں سرقہ و خیانت کے مرتکب ہوں اور رشوت لیں، تو پھر "بزخم چوب" اور مار پیٹ سے سرقہ و خیانت کا مال ان سے وصول کیا جائے۔ چنانچہ آپ دیکھتے ہیں، ملازموں اور عاملوں پر اب کتنی سختی کی جاتی ہے۔

تیسرا سوال سلطان علاء الدین کا یہ تھا کہ جو مال وہ دیوگیر سے، اس درجہ خوں ریزی کے بعد لایا ہے اور اس وقت لایا ہے، جب وہ تخت حکومت پر متمکن نہیں ہوا تھا اور محض ایک ملک کا والی تھا، وہ مال اس کی ذاتی ملکیت قرار پائے گا یا مسلمانوں کے بیت المال کا مال ہوگا۔؟

قاضی مغیث الدین نے اس کے جواب میں کہا۔ میرے لیے بادشاہ کے سامنے سچ بات کہنے کے علاوہ، دوسرا راستہ نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ جو مال آپ دیوگیر سے لائے ہیں، وہ سارا مال لشکر اسلام کی طاقت کے ذریعے لائے ہیں، اور ہر وہ مال جو لشکر اسلام کی طاقت کے ذریعے حاصل کیا جائے، وہ مسلمانوں کے بیت المال کی ملکیت ہوتا ہے۔ اگر آپ تنہا کہیں سے مال لاتے اور اس کا حصول شرعی لحاظ سے درست و مباح ہوتا تو وہ یقیناً آپ کی ملکیت قرار پاتا

یہ جواب سن کر علاء الدین خلجی کو قاضی مغیث الدین پر سخت غصہ آیا اور کہا۔ یہ آپ کیا بات کہہ رہے ہیں؟ کچھ دماغ ٹھکانے ہے؟ اور معلوم ہے آپ کی زبان سے کیا الفاظ نکل رہے ہیں۔ غور سے سنیے، وہ مال، جو میں اپنی اور اپنے ذاتی نوکروں کی جان کی بازی لگاکر، اپنے زمانۂ حکمرانی میں نہیں، بلکہ اپنے دور ملکی میں ان ہندوؤں سے لایا ہوں، جن کے نام و نشان سے بھی دہلی کے لوگ واقف نہ تھے۔ اور جو مال میں نے خزانۂ شاہی میں داخل نہیں کیا ہے، بلکہ اپنے ذاتی تصرف میں لایا ہوں، وہ مال بیت المال کی ملکیت کیوں کر ہوسکتا ہے۔؟

قاضی مغیث الدین نے جواب میں کہا۔ آپ نے مجھ سے شریعت کا مسئلہ دریافت کیا ہے۔ اگر میں اس کا جواب وہی کچھ نہ دوں، جو میں نے کتابوں میں دیکھا اور پڑھا ہے، اور آپ

امتحان کے طور پر کسی دوسرے عالم و فقیہہ سے وہی بات دریافت کریں جو مجھ سے دریافت کی ہے اور وہ اس سے مختلف جواب دے، جو میں نے دیا ہے، اور آپ اس سے اس نتیجے پر پہنچیں کہ میں نے بادشاہ کی خوشنودیٔ مزاج کے لیے جھوٹ بیان کیا ہے، تو آپ کا میرے متعلق کیا خیال ہوگا؟ اور پھر اس کے بعد آپ مجھ سے کوئی شرعی مسئلہ کیسے دریافت کریں گے۔؟

چوتھا مسئلہ سلطان علاء الدین خلجی نے، قاضی مغیث الدین سے یہ پوچھا تھا کہ میرا اور میرے اہل و عیال کا بیت المال میں کتنا حصہ ہے۔؟

بادشاہ کی زبان سے یہ سوال سن کر قاضی مغیث الدین نے کہا، اب میری موت کا وقت آگیا ہے، سلطان نے پوچھا۔ کیوں موت کا وقت کیسے آگیا ہے۔؟ کہا، اس لیے کہ جو مسئلہ آپ نے مجھ سے دریافت کیا ہے، اگر میں اس کا صحیح صحیح جواب دوں گا تو آپ کو غصہ آئے گا اور آپ مجھ کو قتل کرادیں گے، اور اگر خلافِ حق بات کہوں گا تو کل قیامت کے دن مجھے دوزخ میں جانا پڑے گا۔ سلطان نے کہا۔ جو شرع کا حکم ہے، وہی بتایئے، میں آپ کو قتل نہیں کروں گا۔

ہر چہ حکم شرع است بگو، من ترا نخواہم کشت۔!

اس اطمینان اور یقین دہانی کے بعد قاضی مغیث الدین نے جو جواب دیا، وہ درج ذیل ہے

اگر آپ خلفائے راشدین کا اتباع کرنا چاہتے ہیں اور اس بات کے خواہاں ہیں کہ عقبیٰ میں آپ کو بلند درجات ملیں تو جیسا کہ جہاد میں شرکت کرنے والوں کے لیے دو سو چونتیس تنکے، فی کس مقرر کر دیے گئے ہیں، اسی حساب سے رقم، آپ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے اخراجات کے لیے لے لیں، اور اگر میانہ روی اختیار کرنا چاہتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اتنی رقم میں، جو لشکر کے ہر فرد کو دی جاتی ہے، بادشاہی کی شان و عزت قائم نہیں رہ سکے گی، تو پھر بیت المال سے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے خرچ کے لیے، اتنی ہی رقم لے لیں جو دربار سے منسلک بڑے بڑے امراء، مثلاً ملک قیران، ملک قیر بیگ، نائب وکیل اور ملک خاص حاجب کو دیتے ہیں، اور اگر آپ علمائے دنیا کی روایتی اجازت و رخصت کے مطابق، بیت المال سے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے اخراجات وصول کرنا چاہتے ہیں تو پھر اتنی رقم لے لیں جو اس رقم سے زیادہ ہو جو دوسرے

قائم رہے اور شان بادشاہت بھی مجروح نہ ہو۔ اگر ان صورتوں کے علاوہ جو میں نے عرض کی ہیں آپ زیادہ رقم لیں گے اور لاکھوں اور کروڑوں روپے، سونے کے برتن اور دیگر قیمتی اشیا اپنے حرم کو دے دیں گے تو قیامت کے روز اس کی باز پرس ہو گی۔

قاضی مغیث کا یہ جواب سن کر سلطان برہم ہو گیا اور کہنے لگا تو میری تلوار سے نہیں ڈرتا، اور کہتا ہے کہ یہ سب کچھ جو میرے حرم پر خرچ ہوتا ہے، خلافِ شرع ہے۔

قاضی مغیث نے کہا، میں آپ کی تلوار سے ڈرتا ہوں اور یہ میرا کفن، جو میری دستار ہی کا بنے گا، اپنے ساتھ لایا ہوں۔ لیکن اگر آپ مجھ سے شرعی مسئلہ دریافت کریں گے تو وہی جواب دوں گا جو میں جانتا ہوں، اگر آپ مجھ سے مصلحتِ ملکی کے متعلق سوال کریں گے تو میں کہوں گا کہ حرم پر جو کچھ خرچ ہوتا ہے، اس میں ہزار گنا مزید اضافہ کر دینا چاہیے، کیونکہ اس سے بادشاہ کی عزت لوگوں کے دلوں میں بڑھتی ہے۔ اور بادشاہ کے وقار و عزت کا بڑھنا مصلحتِ ملکی کے لحاظ سے ضروری ہے۔

مذکورہ بالا چاروں سوالات کے جواب دینے کے بعد، علاء الدین نے قاضی مغیث سے کہا، اس طرح تو آپ میرے تمام احکام کو غیر مشروع قرار دے دیں گے۔ دیکھیے میں نے یہ احکام جاری کیے ہیں، اور میں ان پر عمل کرتا ہوں۔

۱۔ جو سوار جنگ میں حاضر نہیں ہوتا، اس سے گزشتہ تین سال کی تنخواہ بطور جرمانہ وصول کرتا ہوں۔

۲۔ شراب پینے والوں اور شراب فروخت کرنے والوں کو کنوؤں والے قید خانوں۔ "چاہِ زندان" میں ڈلوا دیتا ہوں۔

۳۔ جو شخص کسی دوسرے کی بیوی کی آبرو ریزی کرے، اس کا عضوِ تناسل کٹوا دیتا ہوں اور عورت کو قتل کرا دیتا ہوں۔

۴۔ بغاوت کرنے والے، اچھے ہوں یا برے، امیر ہوں یا غریب، سب کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہوں اور ان کی عورتوں اور بچوں کو مفلس و بے نوا کر دیتا ہوں۔

اور جب تک کم سے کم اور تھوڑی سے تھوڑی مقدار کے واجبات بھی وصول نہ ہو جائیں، متعلقہ شخص کو قید و بند اور زنجیروں میں جکڑے رکھتا ہوں۔ اور اس سلسلے میں ملکی قیدیوں کو قید دوام کی سزا دیتا ہوں سوال یہ ہے کہ کیا تم یہ کہو گے کہ یہ سب احکام اور تمام قوانین غیر شرعی اور نامشروع ہیں؟

بادشاہ کی یہ بات سن کر قاضی مغیث اپنی جگہ سے اٹھے، پائیں میں جاکر جوتے پاؤں سے اتارے پیشانی زمین پر رکھی اور بلند آواز سے کہا، کہ شاہ جہاں مجھ غریب کو زندہ رہنے دیں یا اسی وقت قتل کر دینے کا حکم صادر کر دیں، مگر سچی بات یہ ہے کہ بادشاہ کی یہ سب باتیں اور اس کے یہ تمام احکام و قوانین، غیر شرعی اور خلاف کتاب و سنت ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور آئمہ حدیث و فقہ کی روایات میں یہ کہیں منقول نہیں کہ احکام نافذ کرنے کے لیے بادشاہ جو جی چاہے کرے۔

قاضی مغیث الدین کی زبان سے بادشاہ نے یہ الفاظ اچھی طرح سنے مگر ان سے کچھ نہیں کہا۔ جوتے پہنے اور حرم میں چلا گیا، اور ادھر قاضی مغیث نے اپنے گھر کی راہ لی۔ دوسرے روز قاضی مغیث نے، اسی طرح غسل کیا، جس طرح میت کو غسل دیا جاتا ہے، لوگوں میں صدقہ تقسیم کیا اور اہل خانہ کو آخری اور الوداعی سلام کہا اور شاہی محل میں آگئے۔ بادشاہ کی خدمت میں حاضری دی اور اس کو سلام کیا۔ بادشاہ نے قاضی مغیث کو اپنے پاس بلایا، بڑی مہربانی سے پیش آیا اور اپنا خلعت خاص اتار کر انھیں دیا اور ایک ہزار تنکہ بھی عنایت کیا۔ اس کے علاوہ بادشاہ نے قاضی مغیث سے جو الفاظ کہے، وہ لائق مطالعہ ہیں۔ ذیل میں تاریخ فیروز شاہی سے، اس کے وہ فارسی الفاظ درج کیے جاتے ہیں۔ جو قاضی ضیاء الدین برنی نے نقل کیے ہیں۔ اس کے بعد ان الفاظ کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔

قاضی مغیث:۔ من اگرچہ علمے و کتابے نخواندہ ام، اما از چندیں پشت مسلمان و مسلمان زادہ ام، و از برائے آں کہ بغاکے نشود کہ در بلغاک چندیں ہزار کشتہ می شود، ہر چیزیکہ در آں صلاح ملک و صلاح ایشاں باشد بر خلق امر می کنم، و مردمان دو دیدگی و بے التفاتی می کنند، و فرمان مرا بجائے نمی آرند۔ مرا ضرورت می شود کہ چیزہا در شت در باب ایشاں حکم کنم کہ ایشاں ... فرمان مرا ... کنند ... نمی دانم کہ آں حکم مشروع است و یا نامشروع۔ و من در ہر چہ صلاح

ملک خود می بینم و مصلحت وقت مرا در آں مشاہدہ می شود، حکم می کنم، و نمی دانم کہ خدائے تعالیٰ فردائے قیامت با من چہ خواہد کرد۔ فاما اے مولانا مغیث! من یک چیز در مناجات خود، با خدائے تعالیٰ می گویم کہ بار خدایا، تو می دانی کہ اگر یکے با زن دیگرے سفاح می کنند، مرا در ملک من زیاں نمی دارد، و اگر کسے شراب می خورد، ہم مرا زیانے نیست، و اگر دزدی می کند، حبّہ از میراث پدر من نمی برد کہ مرا درد آید، و اگر مال می ستانند و در نامزدی نمی روند، و از نا رفتن دہ، بست نفر، کار نامزدی نمی ماند، و در باب ایں چہار طائفہ، آنچہ حکم پیغمبراں است، آں بکنم۔

ترجمہ۔ قاضی مغیث! میں نے اگرچہ علم نہیں حاصل کیا ہے اور کوئی کتاب نہیں پڑھی ہے، تاہم کتنی پشتوں سے مسلمان ہوں اور مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا ہوں، اور اس غرض سے کہ فساد نہ پیدا ہو، کیونکہ فساد میں ہزاروں آدمی مارے جاتے ہیں۔ میں جس چیز میں ملک کی بہتری دیکھتا ہوں، لوگوں کو اس کا حکم دیتا ہوں، لوگ بے پروائی اور بے توجہی سے کام لیتے ہیں اور میرا حکم بجا نہیں لاتے۔ (ایسی صورت میں) میرے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ ان کے متعلق سخت احکام جاری کروں کہ ان کی تعمیل کریں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ احکام جائز ہیں یا نہیں۔ میں تو جن چیزوں میں ملک کی بھلائی دیکھتا ہوں اور جو وقت کے مطابق پاتا ہوں، ان کا حکم دیتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا معاملہ میرے ساتھ کیا ہوگا۔ لیکن اے مولانا مغیث! میں ایک بات اپنی دعا اور مناجات میں اللہ سے کہتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ اے خدا تو جانتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے بدکاری کرے تو اس سے میرے ملک میں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شراب نوشی کرتا ہے تو میرا اس سے کچھ نہیں بگڑتا۔ اگر کوئی چوری کرتا ہے تو میرے باپ کی میراث میں سے کچھ نہیں لیتا، جس کی مجھے تکلیف ہو۔ اگر کوئی خزانے کا مال لے جاتا ہے اور (سرکاری کاغذات میں) اس کا اندراج نہیں کرتا، جو دفتر میں حاضر نہیں ہوتا، تو دس بیس آدمیوں کے حاضر نہ ہونے سے دفتری کام نہیں رکتا، لیکن ان سب چیزوں کے باوجود ان چاروں قسم کے لوگوں کے متعلق، میں وہی اقدام کرتا ہوں جو پیغمبر علیہ السلام کا حکم ہے۔

اس کے بعد اس نے قاضی مغیث الدین سے جو کچھ کہا، وہ بھی ملاحظہ فرمایئے اور اندازہ

کا کتنا جذبہ اپنے دل میں رکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے: اس زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو ایک سے ایک لاکھ تک، بلکہ پانچ سو لاکھ اور سو ہزار لاکھ تک، سوائے باتیں بنانے اور مونچھوں پر تاؤ دینے کے کچھ نہیں کرتے۔ ان کو نہ دنیا کی فکر ہے نہ آخرت کی۔ میں جاہل آدمی ہوں اور پڑھا لکھا نہیں ہوں، سوائے الحمد، قل ہو اللہ، دعائے قنوت اور التحیات کے کوئی دوسری چیز نہیں جانتا۔ میں نے اپنی مملکت میں حکم جاری کر دیا ہے کہ اگر کوئی شخص بیوی رکھتے ہوئے، کسی دوسرے کی عورت سے بدکاری کرے تو اس کو خصی کر دیا جائے۔ اس سخت حکم کے باوجود کتنے ہی آدمی میرے محل کے سامنے لائے جاتے ہیں، جنھوں نے دوسروں کی عورتوں سے بدکاری کا ارتکاب کیا ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو تنخواہ (مواجب) وصول کرتے ہیں اور حاضری میں نہیں ہوتے، ان سے تین سال کی تنخواہ جرمانے کے طور پر وصول کی جاتی ہے، لیکن کوئی ایسا موقع نہیں ہوتا جب کہ سو یا دو سو آدمی جرمانہ نہ ادا کرتے ہوں۔ عجیب بات یہ ہے کہ چاندی لے لیتے ہیں اور جاتے نہیں ہیں، قید میں پڑے زندگی گزار دیتے ہیں۔

اب عاملوں، ملازموں اور منشیوں کی، جو کہ سرکاری کاغذات میں رقوم کا اندراج کرتے ہیں، چوری کے متعلق بھی سنیے: ان کا یہ حال ہے کہ شاید اس شہر میں دس ہزار منشیوں کو میں نے فقیر بنا دیا ہے اور ان کے جسموں میں کیڑے ڈال دیے ہیں۔ پھر بھی یہ لوگ چوری سے باز نہیں آتے اور اس کثرت سے چوری کرتے ہیں کہ اگر آپ کو ان کے چوری کے طریقوں کی پوری تفصیل کا پتہ چل جائے تو آپ کہیں گے کہ چوری اور منشی گیری (یعنی نویسندگی) جڑواں بہنیں ہیں۔ شراب پینے اور بیچنے والے کتنے ہی لوگوں کو کنوؤں میں قید کر کے میں نے مار ڈالا ہے اور مار رہا ہوں۔ کنوؤں میں قید ہو کر یہ لوگ کون سی شراب پیتے اور فروخت کرتے ہیں۔ خدا کی مخلوق کے لیے کوئی بھی تنخیص کافی نہیں ثابت ہوا ہے، میں کس طرح کافی ہو سکتا ہوں۔" [1]

---

[1] تاریخ فیروز شاہی قاضی ضیاء الدین برنی صفحہ ۲۸۹ تا ۲۹۷ نیز نزہۃ الخواطر جلد ۲ صفحہ ۱۶ تا

اس گفتگو میں، جو ملکی معاملات کے، چار نہایت اہم اور بنیادی امور سے متعلق سلطان علاءالدین خلجی اور قاضی مغیث الدین بیانوی کے درمیان ہوئی، بعض مقامات پر قاضی مغیث کا موقف صحیح نہیں ہے اور بعض مقامات پر بادشاہ کی رائے اور طرزِ عمل احکام شرع سے ہٹے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود، قابلِ غور بات یہ ہے کہ خالص دورِ ملوکیت اور ہنگامِ مطلق العنانی میں، بعض علما و فقہا بھی جو بادشاہ سے قریبی ربط رکھتے تھے، کس درجہ حق گو اور صحیح البیان تھے اس کے ساتھ ہی بادشاہ بھی کتنی صاف گوئی اور وضاحت سے اپنی علمی بے مائیگی اور ملک میں جاری کردہ احکام سے متعلق تمام پہلوؤں کی، بے تکلفی سے صراحت کر دیتے تھے۔ اس موقع پر جہاں علما کا اندازِ حق گوئی لائق تعریف ہے، وہاں اس کے جواب میں بادشاہوں کی وضاحت بھی قابلِ توصیف ہے۔

مسلمانوں کے سیاسی افکار

از پروفیسر سعید احمد

مسلمان مفکرین نے سیاسی نظریہ سازی کی تاریخ میں بہت اہم ابواب کا اضافہ کیا ہے۔ اس کتاب میں مختلف زمانوں اور مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے مسلمان مفکروں اور مدبروں کے سیاسی نظریات پیش کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں قرآنی نظریۂ مملکت کی بخوبی وضاحت کی گئی ہے جو ان سب مفکروں کے نظریوں کی اساس ہے۔ یہ کتاب بی۔ اے کے نصاب میں داخل ہے۔

قیمت: چھ روپے پچاس پیسے

ملنے کا پتہ

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور